اسلامی بیداری: مستقبل کے تناظر میں

ڈاکٹر مانع حماد الجہنی

ترجمہ و تلخیص: محمد فاروق خٹک

آج دنیا کے ہر حصے میں اسلامی بیداری کی لہریں کسی نہ کسی شکل میں موج زن ہیں۔ نیز ہر مقام پر ان کا سفر' سفر کے فطری مراحل سے دوچار ہے۔ راہ کی رکاوٹیں بھی ہیں اور اندیشے بھی۔ اس حوالے سے ہم عالم عرب کے ممتاز اسکالر اور ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ کے سکریٹری جنرل' ڈاکٹر مانع حماد الجہنی کی ایک تحریر کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔ (مدیر)

اسلامی بیداری کو لاحق خطرات

اسلامی بیداری کی تحریک امت کو جمود' پستی' غلامی' فراموشی ذات اور گمشدگی شناخت سے نکالنے کے لیے اٹھی ہے۔ اس کے لیے جہاں بے انتہا جدوجہد ضروری ہے' وہاں ان خطرات کی سنگینیوں کا احساس اور تدارک بھی ضروری ہے جن سے یہ تحریک دوچار ہو سکتی ہے۔ ان خطرات کو تین عنوانات کے تحت بیان کیا جاسکتا ہے: ذاتی خطرات' داخلی خطرات اور خارجی خطرات۔

ذاتی خطرات

بعض پرجوش نوجوان یہ سمجھتے ہیں کہ مسلم معاشرہ میں دین پر عمل کی رفتار بہت سست ہے۔ وہ یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ شریعت اور دین و اخلاق کے منافی مظاہر کو ہر صورت میں فوراً ختم ہونا چاہیے۔ وہ اسلام کی خوبیوں کے ادراک کے لیے وقت دینے کو تیار نہیں ہیں۔

نتائج کے سلسلے میں عجلت پسندی انسانی طبیعت کا خاصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو بار بار صبر و حکمت کی تلقین کی۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس دین کو غالب کرے گا یہاں تک کہ مسافر صنعا سے حضرت موت تک سفر کرے گا اور اسے اللہ کے علاوہ کسی کا خوف نہ ہو گا الّا یہ کہ بھیڑیا اس کی بکریوں کو کھا جائے' لیکن تم جلد بازی کرتے ہو۔ اس لیے یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ اجتماعی اصلاح و تربیت کے عمل کی کامیابی کے لیے' عجلت پسندی کے بغیر' ایک

بھرپور اور طویل جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔

بعض افراد میں انتہاپسندی کے رجحانات نظر آتے ہیں۔ انتہاپسندی کی وجہ سے دعوت اور پرامن ذرائع انقلاب پر اعتماد کمزور ہوتا ہے، اور تشدد اور مسلح انقلاب کی راہ اختیار کی جاتی ہے۔ اسلام نے انتہا پسندی کی مذمت کی ہے اور غلطیوں کی اصلاح کے لیے حکمت کا رویہ اپنانے پر زور دیا ہے۔ اسلامی بیداری کو انتہاپسندی سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ نوجوان تشدد کی راہ نہ اختیار کریں۔

بعض افراد میں علم دین کی کمی ہوتی ہے۔ تحریک کے تمام افراد اس نوعیت کے علم کے محتاج نہیں ہوتے، لیکن قیادت کے منصب پر فائز افراد کے لیے ضروری ہے کہ شریعت کی روشنی میں پیچیدہ مسائل کو حل کرنے، پالیسی بنانے اور خطوط کار متعین کرنے کا پختہ علم و شعور حاصل کریں۔

بعض افراد مخصوص دعوتی و فکری رجحانات کی طرف مائل ہوتے ہیں، اور بعض مخصوص تحریکی، سیاسی و تعلیمی گروہوں سے وابستہ ہوتے ہیں۔ یہ رجحانات اور گروہ، حتیٰ کہ اسلامی جماعتیں، مخصوص حالات کے نتیجہ میں اور مختلف معاشروں میں پروان چڑھے ہیں۔ ان کے اپنے رنگ اور الگ الگ طریقہ کار ہیں۔ ہر مقام پر اور ہر زمانے میں ان کی پیروی منفی پہلوؤں کا باعث بھی بن سکتی ہے۔ اس لیے اسلامی بیداری سے وابستہ افراد کو اپنے فکر و نظر میں وسعت پیدا کرنی ہوگی۔

داخلی خطرات

یہ وہ خطرات ہیں جو اسلامی بیداری کو ان مسلمانوں سے لاحق ہیں جن کی فکر ان کی فکر سے میل نہیں کھاتی۔ ان خطرات کے دو اہم مصدر ہیں: ایک، بعض مسلمان حکومتیں، اور دوسرے وہ جماعتیں اور گروہ جو اس بیداری کے مخالف ہیں۔ مسلم ممالک کی حکومتوں کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں: وہ حکومتیں جو اسلام کی مخالف ہیں، اس بیداری کو مکمل طور پر ختم کر دینا یا عام زندگی میں بے اثر بنا دینا چاہتی ہیں۔ ان ممالک کے دستور میں صراحت سے لکھا ہے کہ وہ سیکولر ہیں، یا ان کے حکمران اپنی سوچ میں بالکل سیکولر ہیں۔ ان حکمرانوں کی سیاسی تربیت اور تہذیبی اٹھان مغربی تہذیب کے اداروں میں ہوتی ہے، جو اب بھی بہت سے معاملات میں بالواسطہ یا بلاواسطہ ان سے اپنی من مانی کراتے ہیں۔ بسااوقات ان کے یہ تربیت یافتہ شاگرد ان کے رٹائے ہوئے سبق کو کچھ زیادہ ہی اچھی طرح یاد کر لیتے ہیں، اور اس کو نافذ کرنے میں اتنا زیادہ آگے نکل جاتے ہیں کہ ان کے مربی حضرات خود اپنے شاگردوں کو سختی اور تشدد کم کرنے کی ہدایت کرتے ہیں۔

دوسری طرح کی حکومتیں وہ ہیں جو اسلام کی کھلم کھلا مخالف نہیں ہیں، بلکہ کچھ نہ کچھ اسلام کے حق میں بھی کام کرتی ہیں اور اسلام کو اختیار کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ لیکن جس اسلام کو یہ حکومتیں اختیار کرتی ہیں وہ حکومتی اسلام ہے، تاکہ وہ اقتدار سے فائدہ اٹھانے والوں کے مفادات کے لیے

خطرہ نہ بنے۔ اس لیے ہر وہ شخص جو اسلام کو اس کے پورے حسن و جمال کے ساتھ اور مکمل طور پر نافذ کرنے کی بات کرتا ہے، وہ ان حکومتوں کی نظروں میں بنیاد پرست، انتہا پسند اور ملک اور باشندگان ملک کے لیے خطرہ بن جاتا ہے۔ وہ اس شخص پر بغاوت اور حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کا الزام ثابت نہیں کر پاتیں، لیکن دہشت، تعذیب اور سزائے موت تک کے تمام حربے استعمال کرتی ہیں۔ وہ انسانی حقوق کے معمولی سے حق سے وہ اسے محروم رکھتی ہیں۔ یہ سب کچھ اقوام متحدہ اور انسانی حقوق سے متعلق عالمی تنظیموں کی نگاہوں کے سامنے انجام پاتا ہے مگر کوئی بھی مداخلت یا احتجاج کرنے کا روادار نہیں ہوتا۔ بعض حکومتیں اسلام کی طرف اپنا میلان اس لیے ظاہر کرتی ہیں کہ ناپسندیدہ اسلامی تحریک کی قوت کا اندازہ کر کے اسے کچل دیں، جیسا کہ گذشتہ برسوں میں کئی مسلم ممالک میں ہوا ہے۔

اسلامی تحریک کو ان دونوں طرح کی حکومتوں کے درمیان فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیے، لیکن اسے خطرہ دونوں سے ہے۔ پہلی قسم کی حکومتوں سے خطرہ عقیدہ کی دشمنی پر مبنی ہے جس سے بچنا ناممکن ہے۔ دوسری قسم کی حکومتوں سے خطرہ اس تصور اسلام کو کمزور کرنے کا ہے جس کی نمایندگی اسلامی بیداری کرتی ہے۔ بسا اوقات حکمراں یہ سمجھتے ہیں، اور ان کے بیرونی آقا اور اندرونی مشیر انھیں یہی سمجھاتے ہیں، کہ اسلامی تحریک کا اسلام انتہا پسند ہے جس کے ساتھ گزارہ ممکن نہیں ہے۔ یہ بنیاد پرست عصر حاضر کی ترقی کے مخالف ہیں، یہ تمھاری حکومت اور امن و امان کے لیے اور عالمی سلامتی کے لیے خطرہ ہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ امت قرون اولیٰ کی طرف لوٹ جائے۔

ان حکومتوں سے جو خطرات ہوتے ہیں وہ یہ ہیں: ظلم و جبر کے ذریعہ تحریک کا خاتمہ کرنا۔ اس کے افراد پر عرصہ حیات تنگ کرنا۔ اس کے دعوتی اداروں کو کام کرنے سے روکنا۔ لوگوں کو اس تحریک سے متنفر کرنا۔ میڈیا کے مختلف وسائل و ذرائع کو اس کے خلاف استعمال کرنا۔ پارٹیاں قائم کرنے کی اجازت کے باوجود، جماعت قائم کرنے کی اجازت ہی نہ دینا۔

دوسرا خطرہ ملک کے دیگر غیر اسلامی گروہوں سے ہے:

۱۔ بعض گروہ: مثلاً کمیونسٹ اور اشتراکی جماعتیں اسلام کی مخالفت اپنے اصول کی بنیاد پر کرتی ہیں۔ وہ سمجھتی ہیں کہ اسلام ان کے لیے خطرہ ہے۔ بعض گروہ چاہتے ہیں کہ مسلم معاشرہ ہر ہر معاملے میں لبرل مغربی تہذیب کی نقالی کرے۔ ان کے خیال میں دنیا میں عزت اور ترقی کی یہی راہ ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ مسلم سوسائٹی میں سینما، ڈرامے اور فن کے ذریعے اور سودی اداروں کے واسطہ سے برائی کا چلن عام ہو۔

ان سب خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے بہت ضروری ہے کہ اسلامی بیداری سے وابستہ افراد احتیاط اور فہم و بصیرت سے کام لیں۔ مسلم حکومتوں سے معاملہ کرنے کے لیے قابل قبول وسیلہ تلاش

کریں، حکمت عملی اور موعظہ حسنہ کے ساتھ دعوت دین کا کام کریں مسلح آویزش، افراتفری اور بدامنی پیدا کرنے سے بچیں، کہ یہ مزید مشکلات کا سبب بنتے ہیں، حقیقت کا ادراک کر کے تعمیری افہام و تفہیم کا ماحول پیدا کریں تاکہ اس تحریک کو آگے بڑھانے کے لیے سازگار مواقع پیدا ہوں۔

خارجی خطرات

اسلامی بیداری ہر مسلم معاشرہ کا اندرونی معاملہ ہے لیکن اس کے باوجود عالمی طاقتیں اس پر کڑی نظر رکھ رہی ہیں۔ مغرب کے بیشتر ملکوں میں خارجہ امور کی وزارتیں، مراکز برائے تحقیق اور اسٹرے ٹیجک مطالعات، ان ملکوں کی جامعات، استشراق کے مراکز تحقیق اور حکومت کی خفیہ ایجنسیوں کے لیے یہ موضوع اہم ترین موضوع بن گیا ہے۔ اسلامی بیداری، بنیاد پرستی اور سیاسی اسلام پر مغرب میں جتنا کچھ لکھا گیا ہے وہ تمام مسلم ممالک میں ان موضوعات پر لکھے گئے مواد سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اسلامی بیداری کی تحقیق اور اس کا مقابلہ کرنے کے لیے مناسب اقدامات اختیار کرنے کی غرض سے متعدد کانفرنسوں اور اجتماعات کا انعقاد بھی کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر امریکی خفیہ ادارے (سی۔آئی۔اے) نے ۱۹۸۳ میں اسلامی بیداری پر ۱۲۱ کانفرنسوں کے انعقاد کے مصارف کا بار اٹھانے کی ذمہ داری لی تھی۔

عالمی طاقتوں کی دلچسپی کا ایک سبب ان کا یہ احساس ہے کہ اگر مسلم معاشرہ اسلام کی طرف واپس آگیا تو مسلم ممالک میں ان کے مفادات پر ضرب پڑے گی۔ وہ مستقبل بعید کے تناظر میں اسلام کے تہذیبی غلبے کے خطرے کا بھی احساس کر رہے ہیں جس نے یورپ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مشرق و مغرب کی استعماری طاقتیں مسلسل یہ کوشش کر رہی ہیں کہ دنیا کے کسی بھی حصہ میں اسلام کا کوئی اثر قائم نہ ہو سکے اور اپنے اہداف کے حصول کے لیے مغربی ادارے براہ راست اور بالواسطہ اسلام کے خلاف جنگ کر رہے ہیں۔ انقلابات، ہنگامے، اقتصادی بائیکاٹ، انتہا پسندی اور دہشت گردی کے الزامات اور اسلامی بیداری سے وابستہ افراد کی کردارکشی ان کے واضح حربے ہیں۔ عالمی میڈیا اور خود عالم اسلام کا میڈیا تک اس میں ملوث ہے۔

یہ طاقتیں مسلسل اس بات کی کوشش کر رہی ہیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح مسلم ملکوں کی حکومتوں پر دباؤ ڈال کر اسلامی فکر کو ختم کر دیں۔ کبھی سفارتی دباؤ کے ذریعے، کبھی ان ملکوں میں بسنے والی اقلیتوں کے مفاد میں گہری دلچسپی کے ذریعے۔ وہ حکومتیں جو ان کے دباؤ کے آگے نہیں جھکتی ہیں اور ملک کی داخلی سیاست میں مداخلت گوارا نہیں کرتیں، انھیں بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس عداوت کا مطالبہ ان مغربی ملکوں سے بھی کیا جاتا ہے جہاں مسلم اقلیتیں بستی ہیں۔

مغربی صحافت کا مشاہدہ کرنے والا شخص اس طرح کی کوششیں واضح طور پر دیکھ سکتا ہے۔ مثال

کے طور پر The Flame (دی فلیم) نامی برطانوی میگزین میں ایک مقالہ "برطانیہ کی خاطر جنگ" کے عنوان سے شائع ہوا' اور اس میں یہ بات کہی گئی کہ اگر مغربی ممالک اور خاص کر برطانیہ بیدار نہیں ہوتا تو وہ دن آنے والا ہے جب مسلمان ان ملکوں کو حجاب اختیار کرنے' حلال گوشت کھانے' سودی بینکوں کو ختم کرنے اور اسلامی زندگی کے مظاہر اختیار کرنے پر مجبور کر دیں گے۔

اسی طرح ایک امریکی رسالے The Chicago Tribune (شکاگو ٹریبیون) میں ایک مضمون شائع ہوا' جس کا عنوان تھا "اسلام اور تبدیلی کی ہوائیں"۔ اس مضمون میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ عالم اسلام بنیاد پرستی کی بنیاد پر تبدیلی کی جس نئی لہر کا محتاج ہے مغرب اس کا از سرنو جائزہ لے۔ اسی خوف اور تعصب کا نتیجہ ہے کہ بعض ممالک میں مسلمان دوسرے درجے کے شہری کی حیثیت سے ہیں اور بہت سارے حقوق سے محروم کر دیے گئے ہیں۔

اسلامی بیداری کی تحریکوں کے قائدین کو ان تمام داخلی اور خارجی خطرات اور اندیشوں کو سامنے رکھ کر اپنی حکمت عملی طے کرنا چاہیے تاکہ منزل کی طرف سفر کامیابی کے مراحل سے گزرے۔

کامیابی کا راستہ

اسلامی بیداری کی تحریک کو اس بات کا مکمل اور واضح شعور ہونا چاہیے کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہے۔ اس لیے کہ مکمل آگہی اور شعور ہی مقاصد کو حاصل کرنے کے وسائل اور ذرائع کا تعین کرتے ہیں۔ اسلامی تحریک کے مقاصد اور اہداف اس وقت تک حاصل نہ ہو سکیں گے جب تک کہ دعوتی قوت اور حکومتی اقتدار دونوں ان کے ہاتھوں میں نہ ہوں۔ مقاصد و اہداف کے تعین کے بعد ضروری ہے کہ ترجیحات کو متعین کر لیا جائے' اور انھیں زندگی کے تمام گوشوں میں نافذ کرنے میں تدریج کا خیال رکھا جائے اور افراط و تفریط سے بچا جائے۔

سنگین خطرات اور فی الوقت محدود امکانات کے پیش نظر محض اس تحریک کے مختلف گروہوں کے درمیان ہی تعاون ضروری نہیں ہے' بلکہ ہر اس شخص یا گروہ سے تعاون ضروری ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے سلسلہ میں کچھ بھی کام انجام دے رہا ہو۔ اس عموم میں ملکی ادارے' افراد اور کمپنیاں بھی شامل ہیں۔

اسلامی بیداری سے وابستہ افراد کے لیے ضروری ہے کہ اپنے آپ کو داعی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سے مزین کریں اور دعوت میں حکمت سے کام لیں۔ حکمت ہی دعوت کی کامیابی کی بنیاد ہے۔ کبھی کبھی حکمت کا تقاضا یہ بھی ہوتا ہے کہ داعی دعوت یا نصیحت کے معاملے کو اس انداز سے پیش کرتا ہے گویا وہ مخاطب سے مشورہ طلب کر رہا ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ نَہی عَنِ المُنکَر اور غلطی پر ٹوکتے وقت خاص طور پر نرمی و حکمت کو ملحوظ

رکھا جائے، کیونکہ غیر حکیمانہ انداز سے نہی عن المنکر کرنے سے مخالف کی رائے اور شدید ہو جاتی ہے اور وہ اپنے غلط موقف کا دفاع کرنے لگتا ہے۔ چاہیے کہ دلوں میں اسلامی محبت پیدا کریں اور خیر کے جذبات کو ابھاریں۔

ایک مقصد یہ بھی ہونا چاہیے کہ اسلامی تحریک تمام انسانوں کو اپنے حق میں ہموار کرے۔ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دے اور ان کے سامنے اسلام کا کمال و جمال اس طور پر پیش کرے کہ وہ اسلام کو پسند کریں اور قبول کرلیں۔ مسلمانوں کو دینی تعلیمات کے ذریعے تذکیر کرے۔ ان کے اندر ایمان و خیر کے پوشیدہ جذبات کو اس طرح ابھارا جائے کہ وہ دین کو پہچان لیں اور اس کی پیروی کرنے لگ جائیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام انسان، تحریک اسلامی کا ہدف ہیں۔ اسے اس بات کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے کہ لوگ اس دین کے دوست بن جائیں، اور بلاشبہ دوست بنانا دشمن بنانے سے زیادہ مشکل کام ہے۔ مسلم سماج میں ان وسائل کو تلاش کرنا چاہیے جو اسلامی دعوت کے لیے دوست بنانے کا ذریعہ بنیں۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس میں ناکامی تباہ کن ہے اور دین کے مصالح کے لیے مضرت رساں ہے۔ دوست بنانے کے سلسلے میں اسلامی بیداری سے وابستہ افراد کی ذمہ داری ہے کہ وہ تمام مسلمانوں سے حسن ظن رکھیں۔ معاملہ کرتے وقت غلط فہمی یا حقارت کا رویہ اختیار نہ کریں۔ یہ حقیقت ہمیشہ پیش نظر رہے کہ تمام مسلمانوں میں خیر کا پہلو غالب ہے اور ہر شخص کے پاس کچھ نہ کچھ ہے، جسے وہ دین کے لیے پیش کر سکتا ہے، اور ایک شخص کے بارے میں ہماری منفی سوچیں غلط ہو سکتی ہیں۔ مسلمانوں کے بارے میں حسن ظن رکھنا اسلامی اخوت کا تقاضا ہے۔ لوگوں کے دلوں تک پہنچنے کا بہترین طریقہ اصحاب فضل کا اعتراف اور ان کی اچھی باتوں کی تعریف کرنا ہے۔ اگر ہم ایک شخص کے اچھے پہلوؤں کی ہمت افزائی کریں گے تو گویا اس کا دل جیت لیں گے، یا کم از کم اس کے تنقیدی رویے میں کمی آجائے گی۔

اسلامی بیداری کی تکمیل کے لیے عورت کی شمولیت اور عملی دلچسپی ضروری ہے۔ عورتیں معاشرہ کا نصف حصہ ہیں اور وہی نئی نسلوں کی تربیت کا فریضہ انجام دیتی ہیں۔ مسلم ممالک کے خلاف فکری یلغار کا ایک خصوصی ہدف مسلمان عورت بھی ہے۔ مغربیت کے داعی مسلم معاشرہ میں عورت اور آزادی نسواں کے مسئلے کو اسلام کے خلاف اپنی جنگ کا اہم حصہ سمجھتے ہیں۔ چنانچہ واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ فکری یلغار کے سارے تیروں کا رخ مسلم عورت کی طرف ہے۔ یہ تیر فیشن، زیب و زینت اور تبرج الجاہلیہ کے ہیں جو بڑی حکمت کے ساتھ عورت کی آزادی اور حقوق کے نام پر پھینکے جا رہے ہیں۔ بعض غیر اسلامی نظریات کے علمبرداروں کا طریقہ واردات یہ بھی ہے کہ انھوں نے

عورتوں کے مسائل کو اس انداز سے چھیڑا ہے کہ بس وہی عورتوں کے حقوق کے حقیقی محافظ اور چیمپئن ہیں۔ ان کوششوں سے بہت سی عورتوں نے دھوکا کھایا ہے۔ بے شک بہت سی خرابیاں اور ناانصافیاں مسلم معاشرے میں جڑ پکڑ چکی ہیں جن کی وجہ سے عورتوں میں احساس محرومی پایا جاتا ہے۔ ان کا ازالہ ضروری ہے۔

اسلامی بیداری سے وابستہ افراد کو چاہیے کہ عورتوں پر خصوصی توجہ دیں، انھیں شریعت کے عطا کردہ تمام حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کریں، شرعی حدود کے اندر انھیں تعلیم، طب اور علوم کے میدان میں صلاحیتیں استعمال کرنے دیں۔ عورتوں کے ساتھ بے توجہی کا مطلب یہ ہے کہ ہم انھیں شیاطین جن و انس کے لیے لقمہ تر بنا دیں۔

ہر زمانہ کی اپنی خصوصیات اور تقاضے ہوتے ہیں، جن کی بنا پر وہ دوسرے زمانے سے ممتاز ہوتا ہے۔ موجودہ اسلامی بیداری ایسے زمانے میں ابھری ہے جس میں انسانی علوم نے بہت ترقی کی ہے، ملکوں کے فاصلے گھٹ گئے ہیں۔ وسائل اور ذرائع کے تنوع اور کثرت کی وجہ سے تہذیبوں کا اختلاط ہو گیا ہے۔ ساری دنیا سکڑ کر ایک گاؤں کی طرح ہو گئی ہے۔ اسی طرح آج کے دور میں جو نئے افکار و معتقدات اور انسانی سلوک اور رویوں میں جو جدتیں پیدا ہوئی ہیں ان سے پہلے کے لوگ آگاہ نہیں تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام دنیا کے تمام گوشوں میں پھیل چکا ہے، اور اس کے ماننے والے اپنے تربیتی پس منظر، فکری ورثہ اور زندگی کے حالات کے لحاظ سے الگ الگ ہیں۔

ان ساری باتوں نے معاصر اسلامی بیداری کے کاندھوں پر ذمہ داریوں کے نئے بوجھ ڈال دیے ہیں۔ وقت کا تقاضا ہے کہ اسلامی تحریک کو اسلامی فکر اور تہذیب کی تشکیل میں، دعوتی کام کے طریقوں میں، اور لوگوں سے معاملہ اور تعلق قائم کرنے کے سلسلے میں نیا انداز اختیار کرنا چاہیے۔ نئی اور مفید چیزوں سے، (جو کہ خلاف شرع نہ ہوں)، بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔ کوتاہ نظری کا ثبوت دے کر اسلامی بیداری کو تنگ گھاٹی میں محصور نہیں کرنا چاہیے۔ ذرائع ابلاغ (کتب، رسائل، اخبارات، ریڈیو، کیسٹ، ٹیلی ویژن) کا بائیکاٹ، محض اس دلیل پر کہ میڈیا میں ایسے مواد ہوتے ہیں جو اخلاق کے لیے تباہ کن ہیں، نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ صحیح انداز فکر یہ ہے کہ ہم ان وسائل کو مسلم سماج کے خیر اور نفع کے لیے استعمال کریں۔

اسلامی بیداری کی قیادتوں پر یہ لازم ہے کہ وہ اسلامی بیداری کے معاملات کو چلانے کے لیے شوریٰ کے اصولوں کی پاسداری کریں۔ اس اصول کی پیروی نہ صرف یہ کہ امت کے معاملات کو چلانے کے سلسلے میں اسلام کی تعلیم پر عمل کرنا ہے بلکہ اس بات کی بھی ضمانت ہے کہ اسلامی بیداری اپنے راستے سے نہیں بھٹکے گی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے موقع پر باہر نکل کر

جنگ کرنے کی اکثریتی رائے کو قبول کیا تھا۔ اسی طرح غزوۂ بدر کے قیدیوں کے سلسلے اور دیگر کئی مواقع پر حضورؐ کی اصحاب کرامؓ سے مشاورت اس بات کی تعلیم تھی کہ مسلمان مشاورت کریں۔ آج کے زمانے میں اس کی افادیت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے۔

مختلف ملکوں میں بعض علماے دین اور معاصر اسلامی بیداری کے نوجوانوں کے درمیان ایک دوری پائی جاتی ہے۔ یہ دوری ایک بڑی کمزوری ہے، جس سے کہ اسلامی دعوت عصر حاضر میں دوچار ہے۔ اس نقص کی ذمہ داری میں علما اور نوجوان برابر کے شریک ہیں۔ دوری کے کچھ اسباب یہ ہیں۔

بہت سے علما دعوت و ارشاد کے منصب سے دستبردار ہو کر حکومتی مناصب تک محدود ہو گئے ہیں یا انھوں نے صرف فتویٰ دینے پر اکتفا کر لیا ہے۔ اس چیز نے نوجوانوں کو دینی علم اور تربیت کی اس ہمہ گیر شکل سے محروم کر دیا ہے جس کی کہ اسلامی بیداری محتاج ہے۔ بعض نوجوانوں نے یہ یقین کر لیا ہے کہ حکومتی علما، اقتدار وقت کے پرستار ہیں، اس کی مخالفت نہیں کر سکتے۔ اس چیز نے انھیں ہر اس عالم سے متنفر کر دیا ہے جس کا حکومت سے تعلق ہو۔ علما کی ثقافت اور ان کا تہذیبی پس منظر نوجوانوں کی تہذیب و ثقافت سے مختلف ہے۔ بعض علما نوجوانوں کی مشکلات کا اندازہ نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کی ضرورتوں کے ہم آہنگ ہو سکتے ہیں۔ دوسری طرف نوجوان اپنے جوش و جذبہ اور نتائج کے سلسلے میں اپنی عجلت پسندی کی وجہ سے ان حالات کا ادراک نہیں کر سکتے جن میں کہ علما گھرے ہوئے ہیں جبکہ علما کو برداشت و حکمت اور معاملات کے سلسلے میں آہستہ روی سے کام لینا پڑ رہا ہے۔

نتیجہ یہ ہے کہ اسلام پسند نوجوان علما کی ایک محدود تعداد سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ قافلہ کی رہنمائی اور قیادت کو صحیح راہ پر قائم رکھنے اور ماننے والوں کو دینی علم سے پوری طرح آراستہ ہونا چاہیے کہ یہی ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ اس لیے اسلامی بیداری حقیقی علما سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ علما اور نوجوانوں کے تعلق کو جوڑنے کی ذمہ داری بحیثیت مجموعی اسلامی بیداری سے متعلق تمام افراد کو اٹھانی چاہیے۔ امت کو حیرانی کے صحرا سے نکالنے اور اسے اپنی شناخت واپس دلانے کے لیے ضروری ہے کہ علما اور نوجوان مل کر اس ذمہ داری کو پورا کریں۔

میرے تصور میں صحیح اسلامی بیداری کے جو نشانات تھے وہ بیان کر دیے۔ اگر اسلامی بیداری ان نشانات کو اختیار کرتی ہے تو ان شاء اللہ اپنے مقاصد میں کامیابی کی طرف بڑھے گی، اور دنیا کے سامنے عملی دلیل سے یہ ثابت کر سکے گی کہ اسلام امن و سلامتی کا دین ہے، عقل و منطق اس کی بنیاد ہے، امن کے راستے پر چلنا اس کا شیوہ ہے۔